۳۵

نظامِ جماعت کے متعلق ضروری ہدایات
خلیفہ سے ہر ایک احمدی کا براہِ راست تعلق ہے

(فرمودہ ۱۷۔جنوری ۱۹۳۰ء)

تشہد، تعوذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:

میں گھر سے تو ایک اور مضمون کے متعلق آج خطبہ پڑھنے کے لئے نکلا تھا لیکن راستہ میں اور جمعہ کیلئے گھر سے نکلنے کے قریب وقت میں مجھے بعض خطوط ایسے طالب علموں کی طرف سے ملے ہیں جن کے متعلق میں سمجھتا ہوں میرا کچھ بیان کرنا ضروری ہے۔شاید طالب علموں کو خیال ہو کہ انہیں کوئی تکلیف پہنچے۔اس لئے میں اس بارے میں کچھ کہنا چاہتا ہوں تا ایسا نہ ہو کہ ان طالب علموں کے دل میں خیال پیدا ہو کہ ان کے خطوط ان لوگوں کے پاس پہنچ جائیں گے جن کے قریب انہیں رہنا پڑتا ہے یا کسی اور طریق سے ان کا پتہ لگ جائے گا۔میں انہیں بتا دیتا ہوں کہ ان کے نام ظاہر نہ کئے جائیں گے گو ان شکایتوں کی تحقیقات کی جائے گی جو انہوں نے لکھی ہیں۔

مجھے ان خطوط کو پڑھ کر نہایت ہی حیرت ہوئی ان طالب علموں کی اخلاقی حالت کو مدنظر رکھتے ہوئے جنہوں نے شکایات لکھی ہیں۔بظاہر یہی خیال آتا ہے کہ ان کی باتوں کو درست سمجھ لوں لیکن اس امر کو مدنظر رکھتے ہوئے کہ استاد کا کام لڑکوں کو اخلاق اور آداب سکھانا اور ان میں دینداری پیدا کرنا ہے یہی کہوں گا کہ وہ باتیں صحیح نہ ہوں اور اگر خدانخواستہ صحیح ہوں تو جن کے متعلق وہ ہیں ایسے لوگوں کا محکمہ تعلیم میں ہونا اس محکمہ کی نیک نامی کا موجب نہیں ہوسکتا۔

سب سے پہلے تو میں ایک اور امر کی طرف قادیان کے لوگوں کو اور باہر کے لوگوں کو' طالب علموں کو اور دوسرے لوگوں کو توجہ دلاتا ہوں۔ یہ ایک ایسا امر ہے جس کے متعلق لوگوں میں عام طور پر غلط فہمی پھیلی ہوئی ہے اور اِس وجہ سے بعض لوگ حقیقتِ حال مجھ تک نہیں پہنچاتے یا اپنے خیال میں نہیں پہنچا سکتے۔ میں اس بارے میں آج ایک عام ہدایت دینا چاہتا ہوں جس کے یاد رکھنے سے احباب آئندہ ایسا طریق اختیار کر سکتے ہیں جو ان کے اپنے لئے بھی مفید ہو اور دوسروں کے لئے بھی فائدہ رساں ہو سکتا ہے۔

سب سے پہلے اس امر کو یاد رکھنا چاہیئے کہ کوئی ایسی رپورٹ یا ایسا خط جو گمنام ہو اس کی طرف میں توجہ نہیں کیا کرتا خواہ اس کا مضمون کتنا ہی اہم کیوں نہ ہو ایسے دوست خواہ وہ قادیان کے ہوں' خواہ باہر کے ہوں' طالب علم ہوں یا دوسرے لوگ ہوں جنہوں نے کوئی امر مجھ تک پہنچانا ہو انہیں یاد رکھنا چاہیئے کہ ایسی ہر ایک تحریر جس کے نیچے لکھنے والے کا نام نہ ہو اور صحیح نام نہ ہو (مصنوعی اور بناوٹی نام اگر لکھ دیا جائے تو اس کی طرف بھی توجہ نہیں کی جاتی) اس کی طرف قطعاً کسی صورت میں بھی مَیں توجہ کرنے کے لئے تیار نہیں ہوں۔ بلکہ اگر کسی امر پر توجہ کر بھی رہا ہوں اور اس کے متعلق گمنام خط آ جائے تو جان بوجھ کر اسے تعویق میں ڈال دیتا ہوں تا کہ بُزدلی اور منافقت کی سزا اس شخص کو ملے۔

میرے نزدیک اس سے زیادہ بُزدلی اور کوئی نہیں ہو سکتی کہ بغیر اپنا نام ظاہر کئے کسی امر کی طرف توجہ دلائی جائے۔ پس ایک تو اس امر کو یاد رکھو کہ کوئی تحریر بے نام نہیں ہونی چاہیئے۔ بیشک بعض حالات میں بعض انسانوں کو نام ظاہر ہو جانے پر تکلیف پہنچنے کا اندیشہ ہوتا ہے یا بعض لوگوں میں اتنی جرأت نہیں ہوتی کہ سامنے ہو کر مقابلہ کر سکیں۔ یا حالات ایسے ہوتے ہیں کہ جس امر کا وہ ذکر کرتے ہیں اس کا ثبوت وہ اپنی شہادت کے سوا کوئی اور نہیں دے سکتے۔ ایسی حالت میں ایک طریق بتاتا ہوں اس پر عمل کر کے اپنی ذمہ داری سے بھی ایسے اصحاب سبکدوش ہو سکتے ہیں اور دوسروں کے لئے بھی مفید بن سکتے ہیں۔

مگر قبل اس کے کہ میں وہ طریق بتاؤں یہ بھی بتا دیتا ہوں کہ اس بات کی طرف بھی توجہ نہیں کی جاتی جس کی کوئی ایسی کڑی نہ بتائی جائے جس سے اس امر کی تحقیقات کی جا سکے۔ مثلاً لکھا جاتا ہے لوگ یوں کہتے ہیں یا ایسا ہو رہا ہے۔ اس سے کیا پتہ لگ سکتا ہے کہ کون سے لوگ یوں

کہتے ہیں یا کہاں ایسا ہو رہا ہے۔ چاہئے کہ ایسے لوگوں کا نام لکھا جائے ورنہ اس امر کی طرف بھی توجہ نہیں کی جاسکتی۔ توجہ اُسی وقت ہوسکتی ہے جبکہ یا تو یہ لکھا جائے کہ فلاں بات میری چشم دید ہے یا میں نے اپنے کانوں سے سُنی ہے یا زید یا بکر یا خالد کو کہتے سنا ہے۔ یا فلاں نے مجھ سے کہا کہ میں نے یہ بات خود دیکھی یا سنی ہے اس طرح ایسی کڑی معلوم ہو جاتی ہے جس سے تحقیقات کی جا سکتی ہے۔

کئی لوگ ہیں جو اس قسم کے خطوط بھیجتے ہیں کہ لوگ یوں کہتے ہیں یا یوں ہو رہا ہے اور پھر کہتے ہیں ان کے خط پر توجہ نہیں کی گئی حالانکہ جب وہ کسی کا نام ہی نہیں لکھتے تو توجہ کس طرح کی جائے۔ اگر انہوں نے واقعہ میں کسی سے وہ بات سُنی تھی تو سنانے والے کا نام کیوں نہ یاد رکھا یا اگر کسی کو وہ بات کرتے دیکھا تھا تو اس کا نام کیوں نہ لکھا۔ پس اس قسم کی رپورٹ کرتے وقت ضروری ہے کہ لکھا جائے فلاں کو یہ بات مَیں نے کرتے دیکھا یا فلاں نے مجھے یہ بات سنائی۔ اگر یہ ڈر ہو کہ اس کا خط کسی اور کے ہاتھ میں نہ جا پڑے تو میں ایسے لوگوں کو تسلی دیتا ہوں کہ کوئی خط میرے پڑھے بغیر اور میرے خود بھیجے بغیر دفتر میں نہیں جاتا۔ اس سارے عرصہ خلافت میں کوئی چار پانچ دفعہ ایسا ہوا ہے کہ شدید بیماری کی حالت میں ڈاک کا کچھ حصہ بغیر پڑھے دفتر میں چلا گیا یا بعض اوقات ایسے خطوط بھیج دیئے جاتے ہیں جن کے متعلق مجھے معلوم ہوتا ہے کہ ان میں لمبی تبلیغی رپورٹیں ہیں۔ ان کے متعلق کہہ دیا جاتا ہے خلاصہ سنا دیا جائے۔ ورنہ کوئی خط خواہ اس میں کوئی راز کی بات ہو یا نہ ہو دعا کے متعلق ہو یا کسی اور امر کے متعلق بغیر میری نظر سے گذرے اور بغیر میری مرضی کے دفتر میں نہیں جاتا۔ اس کی وجہ یہی ہے کہ بعض دفعہ بعض خطوط میں ایسی باتیں ہوتی ہیں کہ اگر وہ دفتر میں چلی جائیں تو موجبِ ابتلاء ہوسکتی ہیں۔

پس اوّل تو میں یہ تسلی دلاتا ہوں کہ کوئی خط کسی اور کے ہاتھ میں نہیں جاتا جب تک کہ میں اس کا جانا مناسب نہ سمجھوں۔ لیکن اس کے علاوہ اس بارے میں ایک اور گُر بھی بتاتا ہوں اور وہ یہ کہ لکھنے والا یوں لکھ سکتا ہے کہ بعض لوگوں کو میں نے یہ بات کرتے یا یہ بات کہتے سنا ہے لیکن چونکہ مجھے اندیشہ ہے کہ میرا خط کسی اور کے ہاتھ میں نہ جا پڑے اس لئے اگر آپ نام پوچھیں گے تو بتا دیئے جائیں گے۔ ایسی صورت میں اگر بھُولے سے کوئی خط دفتر میں چلا بھی جائے گو جیسا کہ میں نے بتایا ہے ممکن سے ممکن احتیاط کی جاتی ہے تاہم اگر فرض کر لیا جائے ہزاروں میں سے

کوئی ایک مثال ایسی بھی ہو سکتی ہے اور کوئی اطلاع دینے والا اس سے ڈرتا ہے تو وہ یوں لکھے کہ مجھ سے اس بارے میں جو کچھ پوچھا جائے گا میں بتا دوں گا تو اس طرح لکھنے سے اطمینان ہو جائے گا کہ اس نے یونہی گپ نہیں لکھی بلکہ واقعہ لکھا ہے۔

تیسری بات ایک اور کہنا چاہتا ہوں اور وہ یہ کہ اگر کوئی شخص اس قسم کی شکایت کرے کہ اس کا ثبوت اس کے پاس سوائے اپنی ذات کے کوئی نہ ہو۔ مثلاً اس نے کسی کو فتنہ کی بات کرتے سنا یا دیکھا مگر اُس وقت وہ اکیلا ہی تھا اور کوئی گواہ نہ تھا۔ یا یہ کہ اسے معلوم ہو کہ جن کے سامنے وہ بات کہی یا کی گئی وہ گواہی نہ دیں گے تو یوں لکھ سکتا ہے یہ بات فلاں کو میں نے کہتے یا کرتے دیکھا مگر اِس کا گواہ سوائے میرے اور کوئی نہ تھا۔ یا یہ کہ فلاں فلاں کے سامنے فلاں بات ہوئی مگر مجھے پتہ ہے کہ وہ گواہی نہ دیں گے اس لئے میں بطور اطلاع یہ بات لکھتا ہوں۔ مگر یاد رکھنا چاہئے ایسی باتیں ذاتی نہ ہونی چاہئیں۔ اگر کسی کی اپنی ذات سے کوئی قصور سرزد ہوا ہے تو اس کے متعلق ایسی شکایت کرنا گناہ ہے اور اگر کسی اور کی ذات کے متعلق ہے تو اس کا ذکر بھی گناہ ہے۔ ہاں اگر ایسی بات جماعت اور سلسلہ سے تعلق رکھتی ہو تو اس کے متعلق اطلاع دینا گناہ نہیں بلکہ قومی فرض ہے۔ مثلاً اگر کوئی کسی کو قومی مال کو نقصان پہنچاتے دیکھے یا سلسلہ اور جماعت کو بدنام کرتے دیکھے تو ایسے شخص کی رپورٹ دے سکتا ہے بغیر اس کے کہ اپنی ذات کے سوا اس کے پاس کوئی ثبوت نہ ہو۔ لیکن اگر کوئی کسی ایسی بدی میں مبتلاء ہو جو اس کی ذات سے تعلق رکھتی ہو تو اس کے متعلق خاموش رہنا چاہئے اور اس کے لئے دعا کرنی چاہئے کیونکہ ذاتی معاملات میں خدا تعالیٰ نے ستاری کو ترجیح دی ہے مگر قومی معاملات میں اطلاع دینے کو ترجیح دی ہے۔ قرآن کریم کو پڑھ کر دیکھ لو جہاں ذاتی بُرائی کے متعلق پردہ پوشی کی تلقین کی گئی ہے وہاں قومی بُرائی کا بیان کرنا فرض قرار دیا گیا ہے۔

پس یہ فرق بھی سمجھ لینا چاہئے۔ بعض لوگ دوسروں کی ذاتی بُرائیاں پہنچانے لگ جاتے ہیں۔ ان کی طرف نہ صرف توجہ نہیں کی جاسکتی بلکہ ایسی باتیں بیان کرنے والوں کی اصلاح کے لئے میں انہیں ڈانٹ دیتا ہوں کیونکہ عیب چینی اور بدگوئی کو اسلام پسند نہیں کرتا۔ ہاں جو باتیں جماعت اور سلسلہ کے خلاف ہوں ان کا بیان کرنا پسند کرتا ہوں خواہ اس طرح کسی انسان کو نقصان ہی پہنچے۔ ایسے امور کے متعلق جب اطلاع دی جائے تو یوں نہ لکھا جائے کہ لوگ یہ کہتے

ہیں بلکہ یوں ہو کہ میں نے فلاں کو یہ بات کہتے یا کرتے دیکھا۔ یا فلاں نے دیکھا اور مجھے سنایا لیکن میرے سوائے اور کوئی اِس بات کا گواہ نہیں۔ یا گواہ ہیں تو سہی لیکن گواہی نہ دیں گے اس لئے میں بطور اطلاع لکھتا ہوں۔ ہم ایسی باتوں پر کوئی گرفت نہ کرسکیں گے مگر ہوشیار ہو جائیں گے اور اس بات کا خیال رکھیں گے۔

ایک دفعہ ایک عزیز نے مجھے آکر کہا فلاں شخص فلاں جماعت میں اس قسم کی باتیں کر کے فتنہ پھیلا رہا ہے۔ میں نے اس کی بات سن لی مگر کچھ جواب نہ دیا۔ کچھ دنوں کے بعد پھر اس نے آکر یہی بات کہی اور اس پر بہت زور دیا۔ میں نے کہا یہ آپ کی رائے ہے اور مجھے اس بات کا علم آپ کے سنانے سے پہلے کا ہے مگر شریعتِ اسلامی ایسی صورت میں اجازت نہیں دیتی کہ میں ہاتھ ڈالوں۔ وہ میرے متعلق اور میرے ہی خلاف سازش تھی۔ مگر میں نے کہا جب شریعت اجازت نہیں دیتی تو خواہ کوئی بات میری ذات کے متعلق ہو یا کسی اور کے متعلق میں کچھ نہیں کر سکتا۔ پھر میں یہ بھی نہیں کرسکتا کہ کسی اور بہانہ سے اسے کوئی سزا دوں کیونکہ یہ دیانت اور تقویٰ کے خلاف ہے۔ اس پر اس عزیز نے جوش میں آکر کہا اس کے تو یہ معنی ہوئے کہ فساد بڑھتا جائے اور اسے روکا نہ جائے۔ میں نے کہا جو خدا روکتا ہے کہ ایسی بات کی سزا نہ دو وہ فساد کا بھی ذمہ دار ہے وہی اس کے متعلق انتظام کرے گا۔ پس خدا تعالیٰ نے جہاں حد بندی کر دی ہے وہاں ہمیں دخل دینے کی ضرورت نہیں اس کی ذمہ داری اللہ تعالیٰ پر ہی عائد ہوتی ہے۔ اگر اس وجہ سے کوئی فتنہ پیدا ہوتا ہے تو ہم اللہ تعالیٰ کے سامنے کہہ دیں گے اس لئے ہوا کہ آپ نے کہا تھا فلاں موقع پر سزا دینی چاہئے اور فلاں موقع پر چشم پوشی کرنی چاہئے۔ اور میں تو سمجھتا ہوں اللہ تعالیٰ عالم الغیب ہے جب کوئی ایسا فتنہ پیدا ہونے لگے تو خود اس کی اصلاح کر دیتا ہے۔ خدا تعالیٰ چونکہ بندوں کے متعلق یہی پسند کرتا ہے کہ ان کی اصلاح ہو اور وہ توبہ کریں اس لئے ڈھیل دیتا ہے اور جب خدا تعالیٰ ڈھیل دیتا ہے اور توبہ کا دروازہ کُھلا رکھتا ہے تو کسی بندے کا کیا حق ہے کہ اسے بند کرے۔ خواہ فتنہ پھیلانے والا میری ذات کے متعلق شرارت کرے یا کسی اور کی ذات کے متعلق۔ پس جب کوئی ذاتی معاملہ ہوگا تو اس کا تصفیہ شہادت پر اسی طریق سے ہوگا جو شریعت نے مقرر کیا ہے اور اگر کوئی قومی معاملہ ہوگا تو اس کا فیصلہ رائے عامہ سے ہوگا اس کے بغیر نہیں۔

بعض لوگوں کو یہ بھی دھوکا لگا ہے کہ وہ اگر کوئی بات مجھ تک پہنچانا چاہئیں تو اسے نہیں پہنچا سکتے اور اس کے لئے انہیں موقع نہیں دیا جاتا۔ یاد رکھنا چاہئے ہر ایک احمدی ہر ایک بات جو مجھ تک پہنچانا چاہے پہنچا سکتا ہے سوائے اس بات کے کہ جو دفتری لحاظ سے اس کی ذات کے متعلق ہو۔ مثلاً اگر کوئی یہ لکھے کہ میری ترقی روک دی گئی ہے یا مجھے فلاں حق نہیں دیا گیا تو اس قسم کی باتوں پر میں اُس وقت تک غور نہ کروں گا جب تک متعلقہ دفتر کے ذریعہ کاغذ نہ آئے۔ لیکن اگر کوئی اِس قسم کی بات ہو (خدانخواستہ) کہ دفتر میں فلاں خیانت کرتا ہے یا قومی کام کو نقصان پہنچاتا ہے تو اِس قسم کی شکایت کو میں سنوں گا کیونکہ قوم کے ہر ایک فرد کا خواہ وہ کلرک ہو یا چپڑاسی فرض ہے کہ قومی حقوق کی حفاظت کرے۔ اسی طرح اگر کوئی یہ لکھنا چاہے کہ فلاں نظام میں تبدیلی ہونی چاہئے اور انتظام کی صورت یہ ہے تو بھی لکھ سکتا ہے خواہ لکھنے والا کوئی ہو۔ کیونکہ اس کا خلافت سے براہِ راست ویسا ہی تعلق ہے جیسا ناظر اعلیٰ کا' یا دوسرے ناظروں کا یا کلرکوں کا' یا چپڑاسیوں کا' یا جو کوئی بھی سلسلہ کا کام کرتا ہے محض ڈسپلن کے قیام کے لئے یہ رکھا گیا ہے کہ جو بات کسی کارکن کی ذات کے متعلق ہو وہ براہِ راست میرے پاس نہیں آنی چاہئے اس کے لئے ضروری ہے کہ افسر کی رائے بھی ساتھ ہو تا کہ دونوں کی بات اکٹھی میرے سامنے آئے۔ باقی سلسلہ کے نظام کے متعلق تجاویز پیش کرنے یا کسی فتنہ وفساد کے متعلق اطلاع دینے سے کسی نے کسی کو منع نہیں کیا اور نہ کوئی منع کر سکتا ہے۔ جب تک خلافت قائم ہے ہر ایک احمدی کا براہِ راست خلیفہ کے ساتھ تعلق ہے جیسے خدا تعالیٰ سے ہر ایک انسان کا براہ راست تعلق ہے۔ مگر دیکھو بعض معاملات میں اللہ تعالیٰ نے بھی حد بندی کر دی ہے۔ مثلاً انسانوں کے آپس کے معاملات کے متعلق ہر ایک انسان کا خدا تعالیٰ سے براہ راست تعلق ہے لیکن معاملات میں براہِ راست کوئی حکم جاری نہیں کر سکتا۔ اگر ایک شخص دوسرے کو تھپڑ مارتا ہے تو خدا تعالیٰ فرماتا ہے۔ جَـزٰٓؤُا سَيِّئَةٍ سَيِّـئَةٌ مِّثْلُهَا [1] مگر یہ اجازت نہیں دیتا کہ خود تھپڑ مار لیا جائے بلکہ قاضی کے توسّط سے تھپڑ لگواتا ہے۔ تو خدا تعالیٰ نے بھی بعض امور کے متعلق قیود لگائی ہیں مگر پھر یہ بھی کہتا ہے کہ میرے اور میرے بندہ کے درمیان کوئی واسطہ نہیں حتیٰ کہ رسول بھی واسطہ نہیں۔ خلفاء بھی دنیا میں خدا تعالیٰ کے قائمقام ہوتے ہیں اس لئے ان کے اور ان کے ماننے والوں کے درمیان بھی کوئی واسطہ نہیں ہوتا سوائے محکمانہ امور کے جو کسی کی ذات سے تعلق رکھتے ہوں۔ مثلاً ترقی یا سزا یا کسی

امر میں بے انصافی وغیرہ کے متعلق ہوں ایسے امور متعلقہ افسر کے ذریعہ آنے چاہئیں۔ یا ایسا کام جس پر کوئی شخص مقرر ہے اس کے متعلق اگر کوئی رپورٹ کرتا ہے تو وہ افسر کے ذریعہ آنی چاہئے۔ ہاں اگر اس امر کے متعلق مثلاً صیغہ دعوت و تبلیغ میں کوئی کام خراب ہو رہا ہے یا افسر کا رویہ اپنے ماتحتوں کے ساتھ اچھا نہیں تو اس قسم کی باتیں براہِ راست لکھی جا سکتی ہیں۔ اسی طرح کوئی کارکن اپنے کام کے متعلق براہِ راست مجھ سے پوچھ سکتا ہے اور اسی طرح پوچھ سکتا ہے جس طرح ناظر پوچھ سکتے ہیں بشرطیکہ وہ میرے مشورہ کو اپنے لئے آڑ نہ بنائے۔ مثلاً اگر ایک ماسٹر میرے پاس آ کر کہے کہ فلاں انتظام جو میرے سپرد ہے وہ میں اس طرح کرنا چاہتا ہوں آپ کا اس کے متعلق کیا مشورہ ہے تو میں اسے مشورہ دوں گا مگر یہ نہیں کہ اگر ناظر اپنے قواعد کے ماتحت اس پر گرفت کرے تو وہ یہ کہہ کر بَری ہونا چاہے کہ خلیفۃ المسیح نے اس طرح کہا تھا۔ اگر وہ ایسا کرنا چاہتا ہے تو ضروری ہے کہ اپنے کاغذات افسر کے ذریعہ میرے پاس بھیجے ورنہ میں اسے جو مشورہ دوں گا وہ ایسا ہی مشورہ ہوگا جیسا وہ اپنے کسی ذاتی کام مثلاً بیاہ شادی کے متعلق مجھ سے مشورہ لیتا ہے۔ پس اگر کوئی افسر یا کارکن ایسے امور کے متعلق مجھ سے مشورہ لینا چاہے جو اس کے اختیار سے تعلق رکھتے ہیں تو میں مشورہ دوں گا مگر اس کا یہ حق نہ ہوگا کہ اگر افسر اس سے جواب طلبی کرے تو وہ کہہ دے کہ خلیفۃ المسیح نے اس طرح کہا تھا۔ اگر افسر اس کے فعل کو ناجائز قرار دے اور خلافِ قاعدہ بتائے تو وہ یہ نہیں کہہ سکتا کہ خلیفۃ المسیح سے میں نے مشورہ لے لیا تھا۔ کیونکہ جو مشورہ میں نے اسے دیا تھا وہ ذاتی مشورہ تھا اور اس کی ذمہ داری اس پر عائد ہوگی۔ پس اس لحاظ سے اگر کوئی کارکن میرے پاس مشورہ کے لئے آئے تو خواہ وہ چپڑاسی ہو یا کلرک یا ناظر میں اسے مشورہ دوں گا مگر اس پر عمل کرنا اس کی اپنی ذمہ داری پر ہوگا۔ مثلاً اگر کوئی طالب علم میرے پاس آئے اور آ کر کہے میری ماں بیمار ہے مجھے اس کے پاس جانا چاہئے یا نہیں تو میں کہوں گا ضرور جانا چاہئے لیکن وہ اپنے افسر سے رخصت لئے بغیر چلا جائے اور جب افسر اس پر سزا دے تو وہ حق بجانب ہوگا کیونکہ اس سے رخصت لینا ضروری تھا۔

بعض لوگ ان تفصیلات کے نہ سمجھنے کی وجہ سے خیال کر لیتے ہیں کہ میرے اور ان کے درمیان اور لوگ واسطہ ہیں مگر یہ درست نہیں۔

نظام کی پابندی کے لئے جو قواعد بنائے گئے ہیں ان کا لحاظ رکھنا ضروری ہے یہ پابندی مجھ

سے مشورہ لے لینے سے دور نہیں ہو جاتی۔ مثلاً کسی سکول کا ہیڈ ماسٹر میرے پاس آ کر کہے میں یہ بات کرنا چاہتا ہوں اور میں کہہ دوں کر لو۔ لیکن کسی قاعدہ کی خلاف ورزی کی وجہ سے ناظر اس کے متعلق پوچھے اور ہیڈ ماسٹر کہہ دے خلیفۃ المسیح کے مشورہ سے میں نے ایسا کیا تو یہ جائزہ نہ ہو گا۔ میں صرف انہی امور کے متعلق کسی کو مشورہ دے سکتا ہوں جن کا کرنا اس کے اپنے اختیار میں ہو اور پھر ان میں بھی ذمہ داری اسے اپنے اوپر لینی چاہئے نہ کہ مجھ پر رکھنی چاہئے۔ یہی قاعدہ ناظروں کے لئے ہے۔ انہیں حق ہے کہ مجھ سے مشورہ لیں مگر پھر وہ کام اپنی ذمہ داری پر کرنا ہوگا کیونکہ جو رائے میں دیتا ہوں اس کے متعلق ان کی مرضی پر ہوتا ہے کہ عمل کریں یا نہ کریں۔ ہاں جب نظارت کسی امر کے متعلق میرا مشورہ نہیں بلکہ حکم لینا چاہتی ہے تو اس کیلئے وہی پابندی ہے کہ اس کا کاغذ ناظر اعلیٰ کے ذریعہ آئے۔ اُس وقت میں جو حکم دوں اُس کی ذمہ داری مجھ پر عائد ہوتی ہے لیکن جو مشورہ براہِ راست لیا جائے اس کی ذمہ داری مشورہ لینے والے پر ہی ہوتی ہے۔

یہ ایسا طریقِ عمل ہے کہ جس کی وجہ سے کوئی دھوکا نہیں لگ سکتا۔ مگر بہت لوگ شکایت کرتے ہیں کہ ہمیں مشورہ لینے یا کوئی بات پیش کرنے کا حق حاصل نہیں۔ حق ہر ایک کو ہے لیکن یہ نہیں کہ ذمہ داری مجھ پر ڈالی جائے بلکہ خود ذمہ دار ہونا چاہئے۔

یہ ہدایات میں نے اس لئے دی ہیں کہ باہر کی جماعتیں بھی اس قسم کی غلط فہمیوں سے بچ سکتی ہیں جو لاعلمی کی وجہ سے پائی جاتی ہیں اور ان لوگوں کا حجاب بھی دور ہو سکتا ہے جو سمجھتے ہیں کہ افسروں کی شکایتیں کر سکتے ہیں یا نہیں۔ اس میں نہ افسر کے لئے کوئی خاص حق ہے نہ ماتحت اس حق سے محروم ہے اور نہ طالب علم اس سے محروم ہے۔ ایک طالب علم اسی طرح کوئی بات مجھ تک پہنچا سکتا ہے جس طرح مدرس اور ایک مدرس اسی طرح مجھ تک پہنچا سکتا ہے جس طرح ہیڈ ماسٹر اور ہیڈ ماسٹر اسی طرح اپنی بات میرے سامنے پیش کر سکتا ہے جس طرح ناظر اور ناظر اسی طرح مجھ سے مشورہ لے سکتا ہے۔ جس طرح ناظر اعلیٰ۔ مگر جو فرق میں نے بتایا ہے اسے ملحوظ رکھنا چاہئے۔ یعنی اگر کوئی خود مشورہ کے لئے آئے تو چونکہ ہر ایک احمدی کے ساتھ میرا ایسا ہی تعلق ہے جیسا کہ ایک باپ کو اپنے بیٹے سے اور مربی کو اپنے ساتھ تعلق رکھنے والے سے۔ اس لئے جس طرح ماں باپ مشورہ دیتے ہیں اسی طرح میں بھی دوں گا۔ مگر وہ میرا مشورہ بلحاظ نظام اور سلسلہ کے نہ ہوگا بلکہ بلحاظ خلافت کے اس روحانی تعلق کے ہوگا جو ہر ایک احمدی کے ساتھ ہے مگر

کوئی اس مشورہ کی آڑ میں قانون شکنی یا افسر کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔ باوجود میرے ساتھ مشورہ کرنے کے اگر کوئی قانون اسے اس کام کے کرنے کی اجازت نہیں دیتا تو اس کا کرنا اس کے لئے جائز نہ ہوگا۔ جیسے میں نے طالب علم کی مثال دی ہے کہ وہ آ کر مجھے کہے کہ میری ماں بیمار ہے مجھے کیا کرنا چاہئے؟ تو میں مشورہ دوں گا کہ چلے جاؤ۔ مگر اس کا یہ مطلب نہ ہوگا کہ وہ سکول سے چھٹی لینے سے آزاد ہو گیا چھٹی اس کیلئے لینی ضروری ہوگی۔ یہی بات دوسروں کیلئے ہے۔

میں نے ان امور کی اِس لئے وضاحت کر دی ہے کہ میرے پاس شکایت پہنچی تھی کہ بعض لوگوں کو احساس ہے کہ انہیں مجھ تک پہنچنے کی اجازت نہیں۔ یہ غلط ہے۔ خواہ کوئی کتنا چھوٹا ہو یا بڑا ہو، عمر کے لحاظ سے خواہ کوئی کتنا چھوٹا یا بڑا ہو، تجربہ کے لحاظ سے خواہ کوئی کتنا چھوٹا ہو یا بڑا ہو، علم کے لحاظ سے ہر معاملہ میں خواہ وہ بات چھوٹی یا بڑی ہو خلیفۂ وقت سے مشورہ لینے کا ہر ایک احمدی کو حق ہے بشرطیکہ اپنی ضرورتوں کے لحاظ سے خلیفہ اسے مشورہ لینے کی اجازت دے۔ یعنی جب وہ اپنی مصروفیتوں کو دیکھ کر وقت دے۔ تو کوئی بات کسی کے متعلق ہو بڑی ہو یا چھوٹی خلیفہ کے سامنے پیش کر سکتا ہے۔ وہ آ کر کہہ سکتا ہے کہ ناظر اعلیٰ کی جگہ یہ انتظام ہونا چاہئے۔ چاہے میں اس کی بات مانوں یا نہ مانوں مگر اس کو بات پیش کرنے کا ایسا ہی حق ہے جیسے ناظر اعلیٰ کو۔ ہاں اگر کوئی طالبعلم آ کر ایسی بات پیش کرتا ہے جو اس کے علم اور عقل سے بالا ہے تو میں اس کی بات سنوں گا اور کہوں گا ابھی تم اس میں دخل نہ دو ابھی تمہیں علم اور تجربہ حاصل کرنے کی ضرورت ہے مگر یہ نہ کہوں گا کہ تم طالبعلم ہو کر اس میں دخل نہ دو۔ اگر ایک طالبعلم اس بات کے سمجھنے کی عقل رکھتا ہے تو اس کا حق ہے کہ دخل دے اسی طرح اور معاملات میں دوسروں کو حق حاصل ہے۔ مجلسِ شوریٰ جماعت سے تعلق رکھنے والے اہم امور کے متعلق مشورہ دیتی ہے مگر مجلس شوریٰ اس بات کے لئے خدائی پروانہ لے کر نہیں آئی ہر ایک احمدی کو حق ہے کہ مشورہ دے۔ پس نہ تو مجلسِ شوریٰ میرے اور جماعت کے درمیان کوئی روک ہے نہ کوئی نظارت روک ہے۔ کسی ایسے امر کے متعلق جو کسی سے وابستہ ہے سوائے اس کے کہ اس کا ذاتی معاملہ ہو اسے افسر کے توسّط سے بھیجے۔ ہاں یہ بھی قانون مقرر ہے کہ کوئی افسر کسی کاغذ کو روک نہیں سکتا۔ اگر کوئی یہ ثابت کر دے کہ کسی افسر نے کوئی کاغذ روک لیا اور اتنے عرصہ سے جو کہ دفتری کاروبار کے لحاظ سے کسی کاغذ کے آگے بھیجنے کے لئے ضروری ہو زیادہ عرصہ کاغذ روکے رکھا تو پھر وہ براہِ راست بھیج سکتا

ہے خواہ وہ دفتری کام کے متعلق ہی کیوں نہ ہو۔

اس کے بعد میں اُس خاص امر کے متعلق بیان کرنا چاہتا ہوں جو طالب علموں کی طرف سے میرے پاس پہنچا۔ میں ان کاغذات کو پڑھ کر ان سے ایسے امور نکال لوں گا کہ ان کی تحقیقات کرنے پر طالب علموں پر کسی قسم کی گرفت نہ ہو سکے۔ مثلاً اگر کسی ایسی بات کے متعلق تحقیقات کرائی جائے کہ فلاں نے ہم سے یہ بات کہی ہے تو اس سے پتہ لگ جائے گا کہ کن سے یہ بات کہی گئی۔ ایسی باتوں کو میں چھوڑ دوں گا اور باقی جو باتیں ہیں انہیں لے لوں گا مگر طلباء کو میں یہ بتانا چاہتا ہوں کہ اگر استادوں میں اس قسم کی باتیں پائی جاتی ہیں جن کا انہوں نے ذکر کیا ہے تو بھی ان پر دین کی طرف سے جو ذمہ داری عائد ہوتی ہے وہ دُور نہیں ہو سکتی۔

استادوں کے متعلق اس قسم کی باتیں آج نہیں پہلے بھی کہی جاتی تھیں۔ میں بھی طالب علم رہ چکا ہوں اُس وقت کے استادوں کی حالت خاص طور پر اِس وقت کے استادوں سے اچھی نہ تھی۔ دراصل لوگوں کا یہ عام طریق ہے کہ کہتے ہیں پہلے لوگ اچھے تھے اب ویسے نہیں۔ جو لوگ اصل مرض کی تشخیص سے عاجز ہوتے ہیں وہ اپنی ذمہ داری کو ہلکا کرنے کے لئے ایسے بہانے بنا لیتے ہیں۔ اگر اس قسم کی گواہیوں کو لیا جائے کہ کون سے زمانہ کے لوگ اچھے تھے اور کون سے زمانہ کے بُرے تو ہر زمانہ کے لوگ اپنے سے پہلے زمانہ کے لوگوں کو اچھا کہیں گے اور اپنے زمانہ کے لوگوں کو بُرا۔ اور یہ سلسلہ حضرت آدمؑ کے زمانہ تک چلتا جائے گا بلکہ ان کے متعلق بھی یہ کہنے والے ہوں گے کہ انہیں جنت سے نکال دیا گیا تھا۔ سو یہ غلط طریق ہے۔

اصل بات یہ ہے کہ جن لوگوں میں کمزوری پیدا ہوتی ہے وہ اس قسم کی باتیں بناتے ہیں۔ یہ بہت باریک مسئلہ ہے اور بہت وسیع ہے اور جب تک خدا تعالیٰ کی ساری صفات نہ سمجھی جائیں یہ سمجھ میں نہیں آ سکتا۔ غرض طالب علم اگر چاہیں تو بغیر استادوں کی مدد کے کام کر سکتے ہیں۔ ہمارے زمانہ میں بھی ایسے استاد تھے جو ٹھٹھا مخول بھی کرتے تھے نام بھی دھرتے مگر اس وقت کام ہوا۔ جس وقت طلباء یہ کہتے ہیں کہ اب استاد اچھے نہیں پہلے اچھے ہوتے تھے تو مجھے تعجب آتا ہے۔ اصل بات یہ ہے کہ جب دوسرے پر بھروسہ کیا جائے اور یہ سمجھا جائے کہ فلاں نے یہ بوجھ اُٹھانا ہے تو پھر اس کے عیب دکھائے جاتے ہیں۔ میں کوشش کروں گا کہ جو باتیں مجھ تک پہنچائی گئی ہیں ان کی اصلاح ہو مگر یہ کہنا کہ استاد چونکہ اچھے نہیں اس لئے کام نہیں ہو سکتا یہ ایسی ہی بات ہے جیسے

یہ کہا جائے کہ گورنمنٹ چونکہ ہماری امداد نہیں کرتی اس لئے ہم کام نہیں کر سکتے۔ دیکھو اگر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام یہ کہتے کہ گورنمنٹ ہماری کچھ مدد نہیں کرتی اس لئے ہم کیا کریں تو کیا دنیا میں وہ تغیر ہو سکتا تھا جو آپ کے ذریعہ ہوا۔ آپ نے جو کچھ کرنا تھا خود کیا اور کسی کی کوئی پرواہ نہ کی۔ پس میں طلباء سے بھی کہوں گا کہ وہ اپنی اصلاح کریں اور خود دین کے کام کرنے کی کوشش کریں۔

اُستادوں پر بھروسہ ہی کیوں کرتے ہیں اور اپنے آپ کو ان کے محتاج کیوں سمجھتے ہیں۔ مثلاً طالب علموں نے لکھا ہے بعض استاد خود ڈاڑھی نہیں رکھتے تو ہم کیا کریں۔ میں کہتا ہوں یہی کریں کہ ڈاڑھی رکھیں جب ڈاڑھی رکھنا ہمارا قومی شعار ہے تو پھر کیوں نہ رکھی جائے۔ اپنا شعار قائم رکھنے سے اپنی قوم کی عزت ہوتی ہے۔ ہماری بھی ایک قومی بنیاد ہے اس کا قائم رکھنا ضروری ہے۔ ہر ایک قوم کے قومی شعار ہوتے ہیں ان کے ذریعہ وہ اپنے آپ کو دوسروں سے ممتاز کرتی ہے۔ ڈاڑھی کے متعلق رسول کریم ﷺ نے فرمایا ہے عیسائی اور مجوسی مُنڈاتے ہیں تم رکھو۔[۲] آپ نے یہ نہیں فرمایا کہ ڈاڑھی رکھنے سے عبادت زیادہ قبول ہوتی ہے بلکہ اس کی وجہ قومی امتیاز بتادی۔ گو ڈاکٹر طبی طور پر بھی ڈاڑھی کے فوائد ثابت کرتے ہیں مگر میں کہتا ہوں اگر اور کوئی بھی فائدہ نہ ہو تو جب یہ ہمارا قومی شعار ہے تو کوئی وجہ نہیں کہ اسے قائم نہ رکھا جائے اور اس کی پابندی نہ کی جائے۔ بعض صوفیاء نے ایک خاص قسم کا لباس مقرر کر دیا ہے ہم نے انصار اللہ کے لئے بیج مقرر کیا ہے اس کی پابندی ضروری ہے۔ تو بعض باتیں محض شعار اور علامت کے طور پر اختیار کر لی جاتی ہیں۔ اسی طرح یہ بھی شکایت کی گئی ہے کہ استاد خود سر کے اگلے حصہ پر بال رکھتے ہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اور حضرت خلیفہ اوّل نے اس طرح بال رکھنے کو ناپسند کیا ہے مجھے ایسے بالوں سے اس لئے نفرت ہے کہ اس طرح مردوں میں زنانہ نزاکت پیدا ہوتی ہے مگر میں کہتا ہوں یہ اسلامی شعار کے خلاف ہے۔ ڈاڑھی مُنڈانے والوں کے متعلق میں تحقیقات کروں گا کیونکہ یہ بہت اہم معاملہ ہے کہ ہمارے بچوں کی تربیت جن لوگوں کے سپرد ہو وہ اس طرح اسلامی شعار کی تحقیر کریں۔ مگر میں کہتا ہوں اگر کوئی استاد ڈاڑھی مُنڈاتا ہے تو کیا ہوا کیا گورنر اور وائسرائے ڈاڑھی نہیں منڈاتے جو ہمارے حاکم ہیں۔ ہاں ہر شخص کو اپنی چیز بڑی نظر آتی ہے اس لئے طالب علموں کے نزدیک استادوں کا ڈاڑھی منڈانا بہت اہمیت رکھتا ہے مگر ان

سے بھی بڑے ڈاڑھی منڈاتے ہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام سنایا کرتے تھے مہاراجہ رنجیت سنگھ کے مرنے پر جب لوگ رو رہے تھے تو ایک چوہڑے نے پوچھا کیا ہوا ہے کیوں لوگ روتے ہیں؟ کسی نے بتایا مہاراجہ رنجیت سنگھ مر گئے ہیں۔ یہ سن کر اس نے لمبی آہ بھری اور کہنے لگا باپو جیسے مر گئے تو رنجیت سنگھ کا کیا ہے۔ تو گورنر بھی داڑھی مُنڈاتا ہے اس سے بڑا وائسرائے بھی منڈاتا ہے پھر وزیر ہند اور وزیر اعظم بھی مُنڈاتے ہیں۔ بادشاہ نے رکھی ہوئی ہے مگر اس کے متعلق بھی بحث ہو رہی ہے کہ آئندہ شہزادہ ویلز جب بادشاہ ہوں تو ڈاڑھی رکھیں یا نہ رکھیں۔ پس جب سارے کے سارے حکمران ڈاڑھی مُنڈاتے ہیں تو وہ بابوکس شمار قطار میں جسے طالب علم پیش کرتے ہیں۔ یہ ہمارا کام ہے اور ہماری ذمہ داری ہے کہ اگر کوئی استاد ڈاڑھی مُنڈاتا ہے تو اس کے متعلق نوٹس لیں طالب علموں کے کام سے اس کا تعلق نہیں ہے۔ اسی طرح یہ بھی کہا گیا ہے کہ بعض استاد سگریٹ پیتے ہیں۔ یہ بات بھی ہمارے لحاظ سے تو اہم ہے مگر طالب علموں کے لحاظ سے نہیں۔ میرے لحاظ سے اس لئے کہ ایسا شخص اس نظام کی جس کی نگرانی میرے سپرد ہے خلاف ورزی کرتا ہے مگر تمہارے نزدیک اس کی حقیقت ایک مرے ہوئے کُتّے جتنی بھی نہیں۔ دیکھو کئی سکولوں کے استاد شراب بھی پیتے ہیں ڈاڑھی تو پھر بھی بادشاہ نے رکھی ہوئی ہے مگر شراب بادشاہ بھی پیتا ہے پھر کیا اگر کسی سکول کا کوئی انگریز استاد شراب پیئے تو اس میں پڑھنے والے طلباء کہہ سکتے ہیں کہ ہم کیا کریں جب استاد شراب پیتا ہے۔ ہمارے احمدی طلباء کالجوں میں پڑھتے ہیں اور کالجوں کے کئی پروفیسر شراب پیتے ہیں مگر طالب علم نہیں پیتے۔ ہوسکتا ہے کہ اگر کسی پروفیسر کا کھانا کالج میں ہی لڑکوں کے سامنے آئے تو اس کے ساتھ شراب کی بوتل بھی ہو۔ پس اگر کالجوں میں پڑھنے والے طلباء اپنے استاد کو شراب پیتا دیکھ کر شراب پینے نہیں لگ جاتے تو تم کسی استاد کو ڈاڑھی مُنڈھا دیکھ کر کیوں ڈاڑھی منڈانے لگ جاؤ تمہیں تو ڈاڑھی رکھ کر ایسے استاد کو شرمندہ کرنا چاہیئے۔ اسی طرح اگر کوئی استاد سگریٹ پی رہا ہو اور کوئی لڑکا اسے کہے ماسٹر صاحب! یہ کام اچھا نہیں تو کیا ہی اچھی بات ہو۔ اسی طرح اگر استاد تہجد نہیں پڑھتا اور لڑکے تہجد پڑھیں، استاد نماز نہیں پڑتا لیکن لڑکے باقاعدہ نماز پڑھیں، استاد تبلیغ کے لئے نہیں جاتا مگر لڑکے جائیں، استاد قرآن نہیں پڑھتا مگر لڑکے پڑھیں، تو استاد خود بخود شرمندہ ہوگا۔

یہ بھی لکھا گیا ہے کہ اُستاد سٹڈی (STUDY) کے وقت قرآن نہیں پڑھنے دیتے۔ ایسے

وقت تلاوت کرنا تو بہانہ معلوم ہوتا ہے۔ اگر کوئی طالب علم سٹڈی (STUDY) کے وقت مصلّٰی لیکر بیٹھ جائے اور کہے میں ذکرِ الٰہی کر رہا ہوں تو اُستاد کا فرض ہے کہ اسے روکے۔ ایسے استاد کو میں بے دین نہ کہوں گا بلکہ فرض شناس کہوں گا کیونکہ وہ بے موقع کام سے روکتا ہے اور بے موقع اچھے سے اچھا کام بھی بُرا نتیجہ پیدا کرتا ہے۔ ہاں اگر کوئی استاد سٹڈی کے وقت قرآن کا سبق یاد کرنے کے لئے جتنے وقت کی ضرورت ہو اس سے روکتا ہے تو یہ شکایت معقول ہو سکتی ہے۔

میں امید کرتا ہوں کہ طالب علم خود دینی کاموں کی طرف توجہ کریں گے۔ صیغہ جات کو بھی ان باتوں کا خیال رکھنا چاہئے۔ حیرانی کی بات ہے کہ مقامی صیغہ موجود ہو مگر وہ مقامی نقائص نہ دیکھ سکے یہ بات میری سمجھ سے باہر ہو گئی ہے۔ یہ تو میں نہیں کہوں گا مگر یہ کہتا ہوں کہ سمجھ سے باہر ہوتی جا رہی ہے۔ اگر ہمدردانہ طور پر باتیں کرنے کا ذمہ دار لوگ موقع دیتے اور جس طرح میں نے کہا ہے کہ مجھ میں اور جماعت کے لوگوں میں کوئی واسطہ نہیں اسی طرح ناظر اور ہیڈ ماسٹر اور دوسرے ذمہ دار اصحاب، طلباء اور اپنے درمیان واسطہ نہ رکھیں بلکہ براہِ راست انہیں باتیں کرنے دیں تو اس سے بہت سے فوائد ہو سکتے ہیں اور کوئی نقص نہ ہو گا۔ میں طالب علموں کو خصوصیت سے پھر توجہ دلاتا ہوں اور آج کا خطبہ تو انہیں کے لئے ہو گیا ہے اس لئے انہیں زیادہ قدر کرنی چاہئے۔ میرے پچھلے خطبہ کے نتیجہ میں مدرسہ احمدیہ کے طالب علموں نے تبلیغی اشتہار کی اشاعت میں حصہ لیا ہے۔ مقامی جماعت نے اگرچہ ابھی تک اس کے متعلق کچھ نہیں کیا لیکن مدرسہ احمدیہ کے طلباء نے دو ہزار اشتہار کا اور جامعہ والوں نے تین ہزار اشتہار کا خرچ اپنے ذمہ لیا ہے۔ مدرسہ احمدیہ والے چونکہ پہلے آئے اور جامعہ والے بعد میں اس لئے میں نے مدرسہ احمدیہ والوں کا پہلے نام لیا ہے گو جامعہ کے طلباء تھوڑے ہیں اور انہوں نے زیادہ تعداد میں اشتہار لئے ہیں مگر امید ہے وہ اس ترتیب کی یہ وجہ سمجھ لیں گے کہ اَلْفَضْلُ لِلْمُتَقَدِّمِ۔ مدرسہ ہائی کے طلباء کے متعلق سنا ہے کہ وہ بھی کوشش کر رہے ہیں اور کہتے ہیں استاد دلچسپی نہیں لیتے انہیں معلوم ہو کہ ہم نے طالب علمی کے زمانہ میں صرف سات لڑکوں نے رسالہ جاری کر دیا تھا۔ تین روپے ماہوار مجھے جیب خرچ ملا کرتا تھا اس میں سے ایک روپیہ میں رسالہ کے لئے چندہ دیا کرتا تھا۔ بے شک اُس زمانہ میں چیزیں سستی ہوتی تھیں مگر پھر بھی ایک طالب علم کے لئے تین روپوں میں سے ایک دے دینا دوسرے طالب علموں کے لئے بھی تحریک کا باعث ہو سکتا ہے۔ ہم

نے اوّل سہ ماہی رسالہ جاری کیا۔ ہم آپ ہی اس کے چپڑاسی، آپ ہی کلرک اور آپ ہی ایڈیٹر تھے۔ تین ماہ میں اکیس روپیہ چندہ جمع ہو جاتا تھا اور ہم رسالہ شائع کر دیتے۔ تو کام کے لئے جب ارادہ کرلیا جائے تو چل ہی جاتا ہے۔ اُس وقت بے شک مدرّس ہماری حوصلہ افزائی کر دیا کرتے تھے لیکن ایک دفعہ مجھے بہت تلخ تجربہ ہوا وہ صاحب اِس وقت یہاں بیٹھے ہیں انہوں نے ایک موقع پر پڑھنے کے لئے مجھے مضمون لکھ کر دے دیا تھا۔ میں نے علمی کاموں میں ساری عمر اتنی ذلّت محسوس نہ کی جتنی اس موقع پر کی۔ حضرت خلیفہ اوّل بھی اس موقع پر بیٹھے ہوئے تھے جب وہ کسی فقرہ پر ''واہ میاں واہ'' کہیں تو مجھے یوں معلوم ہو جیسے میرے منہ پر تھپڑ مارا گیا ہے۔ اس کے بعد میں نے عہد کیا کہ کسی کا لکھا ہوا مضمون نہیں لوں گا پھر جو کچھ خود آتا لکھتا۔ مجھے خوب یاد ہے اس مضمون کے وقت مجھے بہت پسینہ آ گیا تھا۔ مجلس میں پہلی بار پڑھنے کی وجہ سے بھی آیا ہوگا مگر زیادہ تر اس خیال سے کہ کسی کا لکھا ہوا مضمون پڑھ رہا ہوں۔ تو استاد بھی ہمارے کاموں میں حصہ لیتے تھے مگر زیادہ تر ہم خود ہی کرتے تھے۔ چوہدری فتح محمد صاحب، عبدالرحیم صاحب مالیرکوٹلی، پیر مظہر قیوم صاحب، چوہدری ضیاء الدین صاحب، یہ تینوں فوت ہو گئے ہیں۔ شیخ تیمور صاحب ایم۔اے جو آج کل پشاور کالج کے وائس پرنسپل ہیں اب ان کا مبائعین سے تعلق نہیں وہ میرے گہرے دوست اور پیارے تھے اور اب بھی ہیں، ایک کوئی اور صاحب تھے۔ ایک سال کے اندر اندر اس کے اتنے خریدار ہو گئے کہ اسے ماہوار کر دیا گیا۔ پس طالب علم چاہیں تو کام کر سکتے ہیں بشرطیکہ دوسروں پر توکّل کرنا چھوڑ دیں اور اپنی ذات پر توکّل کریں۔

(الفضل ۲۱۔فروری ۱۹۳۰ء)

---

۱ الشورٰی: ۴۱

۲ مسلم کتاب الطهارة باب خصال الفطرة